فائزہ افتخار

سلاخوں کے پیچھے

"گوری!"

اسے پہلی بار جانے کس نے اس نام سے پکارا تھا۔ لیکن یہ نام اس کی چٹی رنگت کے عین مطابق تھا۔ اس لیے خوب شہرت پا گیا اور اسے گوری بلانے والے بیشتر لوگ بھول ہی گئے کہ اس کا اصل نام کچھ اور ہے۔

چھریرا بدن، مناسب قد، لیکن۔۔۔ بے چین طبیعت۔ اماں کا بلڈ پریشر اس کی حرکتوں پر اکثر ہائی رہتا تھا۔ پانچ بہنوں میں چوتھے نمبر پر ہونے والی اس لڑکی نے ان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔

"ارے کوئی گن ہو تو میں اس کو لڑکی مانوں۔ پھلاوا ہے، ابھی یہاں ابھی وہاں، دیواروں پہ چڑھوالو کیریاں، امرود، شریفے توڑوالو، پتنگیں اڑوالو، مگر گھر کا کام کرنے کو مت کہو۔ مہارانی بہت نازک ہیں۔ صفائی کرنے سے الرجی ہوتی ہے۔ کپڑے دھونے سے کمر درد کرتی ہے۔ ایک ٹانکا لگانے کو کہہ دو۔ گدی پکڑ کر بیٹھ جائے گی اور جو گھنٹہ گھنٹہ، دھوپ میں سورج کی طرف منہ کر کے پتنگیں اڑاتی ہے۔ تب گردن نہیں ٹوٹتی۔"

اماں کے قصیدے دن رات اس کی شان بڑھاتے رہتے اور وہ بے نیازی سے کھی کھی کھی کھی کیے جاتی۔ بڑی دو بہنیں شادی شدہ تھیں۔ تیسری کی بات طے تھی اور اماں چاہتی تھیں کہ زرین کے ساتھ ہی اس کا قصہ بھی نمٹا دیں۔ لیکن وہ کچھ کرنے جوگی ہو تب نا۔

اسے تو بس باتیں کرنا اچھا لگتا تھا۔ ہنسنا اچھا لگتا تھا۔ درختوں پر چڑھ کر، پھل توڑ کر بالخصوص چوری کر کے کھانے میں جو مزہ تھا۔ وہ بھلا اسکاچ برائیٹ رگڑنے، جھاڑو سے شپڑ شپڑ کرنے اور کپڑے نچوڑنے میں کہاں۔

بڑی بہنیں سسرال سے رہنے کے لیے آتیں۔ تو ان کے بچوں کو بھی اپنے ساتھ لگا لیتی۔ بڑی آپا کی بیٹی گڑیا تو پھر بھی سمجھدار تھی اور ماں کی تیکھی نظروں کو خوب سمجھتی بھی تھی۔ لیکن اپیا کا بیٹا تو جیسے وہاں آتا ہی "گوئی" کے ساتھ مزے کرنے کے لیے تھا۔ اپیا ارے ارے کرتی رہ جاتیں اور وہ دھڑا دھڑ سیڑھیاں چڑھ جاتا اور جب اتنی ہی رفتار سے اترتا۔ تو اپیا کو اختیار کلیجہ تھام لیتیں۔

"ائے ہے گوری اتنے سے بچے کو ایسے مزے سے چھوڑ دیتی ہو۔ کبھی گر جائے تو۔"

"مگر جائے گا تو کیا ہو گا۔ اٹھ کر کپڑے جھاڑے گا۔ تھوڑا سا رو دے گا پھر چپ ہو جائے گا نا!" وہ مزے سے ارسل سے تائید مانگتی اور ارسل صاحب گوئی کی بانہہ پر اوپر نیچے سہلا دیتے۔

اپا کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ ان کی شانزہ بمشکل سات ماہ کی تھی۔ اسے ربڑ کی گڑیا کی طرح جب گوری فضا میں اچھالتی تو ہر بار اپا کا سانس حلق میں رہ جاتا۔ شانزہ اور گوری کھل کھل ہنسے جاتیں اور اتنی ہی رفتار سے اپا کے منہ سے ہائے وائے نکلتی رہتی۔ کبھی ان سے برداشت نہ ہوتا تو وہ شانزہ کو جھپٹ کر گوری کے بازو ایک طرف ہٹا دیتیں۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ چھوٹے بچے کتنے نازک ہوتے ہیں۔ ایسے کھلونے کی طرح اچھالتی ہو۔ کچھ الٹا سیدھا ہو جائے ہاتھ سے نکل جائے۔ گردن میں جھٹکا آ جائے تو بہ میری جان نکل جاتی ہے۔"

وہ اپنے بازوؤں میں مچل مچل کر گوری کے پاس جانے کے لیے ضد کرتی بچی کو دبا کر اماں کے پاس چل دیتیں۔ گوری پیر پٹختی لیکن کچھ نہ کر پاتی۔

اپا اور آپا کی، اماں کے ساتھ خوب لمبی لمبی میٹنگز ہوتی تھیں۔ کپڑوں کے فیشن سے لے کر سسرال والوں کی برائی تک، ہر موضوع زیر بحث رہتا۔ ایسے میں اوپر سے نازیہ بھابھی بھی آ جاتیں۔ پھر تو وہ محفل جمتی کہ بس۔

ایسے وقت میں گوری کی بوریت عروج پر ہوتی۔ اسے خاندانی سیاست سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ مزیدار کھانوں کی چٹپٹی ترکیبیں، اس کے کسی کام کی نہیں تھیں۔ فیشن میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بس جب جو فلر جو ڈیزائن دل کو بھا جائے۔ پہن کر شوق پورا کیا۔ کبھی کڑکتی سردی میں آدھی آستینیں کبھی بلبلاتی گرمی میں فل سلیوز، اس کے "عمدہ ذوق" کی تصویر ہوتی تھیں۔ بمشکل شانوں تک آتے سلکی پلے بال۔ انہیں وہ بڑی محنت سے ایک ربڑ بینڈ میں جکڑ دیتی اور اگلے چوبیس گھنٹوں کی چھٹی ہو جاتی۔ اگر صبح ایک بار بال بندھ گئے۔ تو شام میں چاہے ملکہ وکٹوریہ ہی تشریف کیوں نہ لے آئیں۔ بال دوبارہ کھل کر نہیں بندھیں گے۔

گوری سے چھوٹی نرمین بھی ایسے وقت میں بڑوں کے بیچ میں گھس کر بیٹھ جاتی یا کچن میں پائی جاتی۔

اس وقت بھی ایسی ہی میٹنگ جاری تھی۔ جب نازیہ بھابھی اماں کے کمرے سے نکلیں۔ وہ لپک کر ان کے پاس پہنچی۔

"کیا بھابھی! میں کب سے بور ہو رہی ہوں۔ آپ بھی اماں کے کمرے میں جا کر باہر آنا بھول جاتی ہیں چلیں لڈو کھیلیں۔"

"نہیں ابھی نہیں۔ پلیز مائنڈ مت کرو۔" اسے منہ بسورتے دیکھ کر انہوں نے ٹوکا۔

"صبا میں رات میں ثمینہ آئے گا کھانے پر اس کے لیے تھوڑا سا اہتمام کرنا ہے۔ چلو بلکہ تم اوپر چلو میرے پاس، باتیں بھی کریں گے کام بھی۔"

"جی نہیں میں صرف باتیں کروں گی۔ کام آپ کر لیجیے گا۔ عین نوازش ہوگی۔" "اس کی بات پر بلکہ "عین نوازش ہوگی۔" پر نازیہ بھابھی کی ہنسی چھوٹ گئی۔ وہ اسے ساتھ لگا کر اوپر لے آئیں۔

نازیہ بھابھی ان کی کرائے دار تو تھیں ہی۔ لیکن ساتھ ہی اماں کی دور پار کی بھتیجی بھی لگتی تھیں اور اپنی اچھی عادتوں' عمدہ اوصاف کی وجہ سے' اماں کو بیٹیوں کی طرح پیاری تھیں۔ گوری کی طرح نہیں اسے ہٹا کر دوسری چار بیٹیوں کی طرح۔

گوری کو نازیہ بھابھی اس لیے اچھی لگتی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے کبھی اسے سدھارنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نہ کبھی گھر داری پر لمبے لمبے لیکچر پلائے اور نہ لڑکوں کی طرح کد کڑے لگانے کے نقصانات گنوائے۔ بلکہ وہ تو اس کی باتوں پر جی کھول کر ہنستی رہتیں۔ نازیہ بھابھی کے پاس دو کمرے تھے۔ ان کمروں کے پیچھے' جو چھوٹا سا صحن تھا۔ وہاں پڑوسیوں کے گھر کے آم اور امرودوں کی شاخیں آپس میں گڈمڈ ہو کر جھکی ہوئی تھیں۔ اکثر و بیشتر وہ ان شاخوں پر بندریوں کی طرح جھولتی دکھائی دیتی۔ بھابھی کبھی کبھار ہلکی پھلکی سرزنش کرتیں۔ پھر اس کے ساتھ مزے لے لے کر کچی کیریاں اور گدرے گدرے امرود کھاتیں۔

سعید بھائی' جنہیں بھابھی کے مجازی خدا ہونے کا شرف حاصل تھا' سعودیہ میں جاب کرتے تھے۔ وہ سال چھ مہینے بعد کبھی چکر لگاتے۔ ان کے اکیلے پن کے خیال سے انہوں نے بھابھی کو اماں کے یہاں چھوڑا تھا۔ اماں بھی ان کا بہت خیال رکھتیں۔ سعید بھائی اور بھابھی خود بھی اماں کی بہت شکر گزار ہوتیں۔ اسی لیے صاحب استطاعت ہونے کے باوجود بھابھی سالہا سال سے ان کے ساتھ رہتی تھیں اور سعید بھائی الگ گھر نہیں لیتے تھے۔ مستقل میکے میں ڈیرا جمانا بھابھی کو منظور نہ تھا۔ سو نازیہ بھابھی گھر کے ایک فرد کی سی حیثیت رکھتی تھیں اور ہر دل عزیز شخصیت تھیں۔

ابھی بھی بھابھی مستقل کچن میں لگی' اپنے اور اماں کے لیے کھانے پکا رہی تھیں اور گوری صاحبہ پنہاں زبان چلا رہی تھیں۔ نازیہ بھابھی نے باتوں باتوں میں اس سے برتن دھلوا لیے تھے اور بے خبری میں گوری صاحبہ نے سلاد اور رائتہ بھی تیار کر دیا تھا۔

چاول دم پر لگا لیے تو دونوں صحن میں آ بیٹھیں۔ گوری کی نظر آم کی شاخوں پر پڑی۔

"بھابھی! کیریاں بڑی بڑی ہو گئی ہیں۔" وہ بڑے دلچسپ اور پراسرار انداز میں بولی۔

"جی بے شک' لیکن اب ذرا آپ بھی بڑی ہو جائیے۔" پیچھے سے آنے والی آواز پر وہ اچھل پڑی۔ پھر آنے والے کو پہچان کر برا سا منہ بنا کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام دانت میں درد ہے؟" ثمینہ نے فولڈنگ چیئر بیٹھنے کے پاس گھسیٹ لی اور ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گیا۔

"کس کے' اچھا آپ کے دانت میں درد ہے۔ پھر بھی دعوت اڑانے آ گئے۔" وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کے جلے بھنے منہ کو نشانہ بنا گیا ہے۔ اس لیے بڑی معصومیت سے دریافت کرنے لگی' بھابھی ہنس پڑیں۔

"لوگوں نے انوائٹ کیا ہے۔ آپ کی طرح بلائے نہیں آئے۔" ثمینہ بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔ یہ بات گوری کے واک آؤٹ ہونے کے لیے کافی تھی اور نیچے سے آتی اماں کی آواز' اس کی شامت کا اعلان کر رہی تھی اس لیے وہ فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن جاتے جاتے بھی وار کرنا نہیں بھولی۔

"بھابھی ایسے سڑیل مہمانوں کو گھر مت بلایا کریں۔ خوامخواہ آپ کی شخصیت کا تاثر خراب ہوتا ہے۔ آخر کو انسان اپنے ملنے جلنے والوں سے پہچانا جاتا ہے۔" ثمینہ اور بھابھی' اس کے جانے کے بعد بھی اس کی جلی کٹی بات پر دیر تک ہنستے رہے۔

نیچے اماں کے پاس کوئی محلے کی خاتون آئی بیٹھی تھیں۔ شامت اعمال کہ نرمین نہا رہی تھی۔ زری

ابھی انسٹیٹیوٹ سے واپس نہیں آئی تھی۔ اماں نے اسے شربت بنانے کے لیے بلایا تھا۔ ساتھ ہی چولہے پر دھرا سالن بھی بھوننے کے لیے کہہ دیا۔ اس نے جلدی جلدی شربت بنا کر ٹرے میں رکھا اور چولہے کی آنچ تیز کر کے' ٹرے برآمدے میں اماں کے سامنے لا کر رکھی۔ جب تک پلٹ کر واپس کچن میں پہنچی۔ سبزی کے کنارے جلنے لگے۔ مگر اس کی بے قرار طبیعت میں اتنا تحمل کہاں تھا کہ وہ دھیمی آنچ پر سگھڑ بیویوں کی طرح سالن بھونے۔ اسے تو بس ہر بات کی جلدی ہوتی تھی۔

"ارے گوری۔ ی۔ سالن جلا رہی ہو کیا۔"

"نہیں تو اماں۔ بھون رہی ہوں۔" اس کی سمجھداری دیکھنے کے لائق تھی۔

"ذرا سا صبر نہیں ہے اس لڑکی میں ہر کام میں بے ایمانی' ہر بات میں افراتفری' ارے یہاں تک بو آ رہی ہے۔"

اماں کی آواز کچن تک آ رہی تھی۔ وہ یقیناً" پڑوس والی خالہ کے سامنے اس کی تعریفوں میں قلابے ملا رہی تھیں اور اسے کبھی کبھی اماں سے شکایت ہونے لگتی تھی کہ ہر آئے گئے کے سامنے شروع ہو جاتی تھیں۔

"بس بھن گیا اماں۔" اس نے غصے میں زور زور سے دیگچی میں چمچہ گھمایا اور شوربہ خوب لمبا کر دیا۔

"اف! اماں کب سمجھیں گی۔ انسان کی شکل صورت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ آخر ہر جگہ سیرت بیان کرنا اتنا ضروری بھی نہیں ہوتا۔"

اور یہی سچ بھی تھا۔ اماں ہر کسی کے سامنے اس کی الا نفلوں کے قصے سنانے لگتیں اور جو کوئی اس کی سانولی رنگت سے متاثر ہو ہی جاتا۔ تو ذرا دیر کے بعد اماں اس تاثر کو مکمل طور پر زائل کر دیتیں۔ سننے والوں کے چہروں پر اسے دیکھ کر پسندیدگی کی جگہ بیزاری کے تاثرات جھلکتے۔ ایسے وقت میں وہ اداس ہو جاتی۔ لیکن زیادہ دیر کے لیے نہیں۔

اس کے پاس اپنے اوپر فخر کرنے کو بہت کچھ تھا۔ بارہ سنوں کی سلونی رنگت اور کھڑے نقوش والے نمکین چہروں کے درمیان' سب سے پہلے تو یہ رنگت ہی تھی۔ جس کے بل بوتے پر وہ گوری یعنی اسم بامسمیٰ مشہور تھی۔ اب یہ اور بات تھی کہ بوقت ضرورت نرمین اس نام کو کبھی کبھی گھوڑی کر دیتی۔ جب اسے دگڑو گڑ بھاگتا دیکھتی۔ کبھی اس کی بڑی بڑی آنکھیں کٹاروں کی کٹھاس سے پانی سے بھر جاتیں۔ تو اسے "گھوڑی" کا لقب ملتا اور اماں تو ہمیشہ گوری کی جگہ گھوڑی استعمال کیا کرتی تھیں۔

اس نے کچن کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ پڑوس والی خالہ جا چکی تھیں۔ اب اماں کے پاس ثمینہ براجمان تھا۔ وہ تیر کی طرح کچن سے نکلی اور نازیہ بھابھی کے پاس آ گئی۔

دراصل ڈھٹائی میں وہ اپنی مثال آپ تھی۔ ابھی ثمینہ کے بن بلائے مہمان کے طعنے پر احتجاج کرتی نیچے گئی تھی۔ اور اب اسے برائی کا خیال آ گیا تھا۔ جسے دم بہ دم رکھتے ہوئے' نازیہ بھابھی نے اسے بطور خاص ساتھ کھانا کھانے کی ہدایت کی تھی۔ وہ اس کی پسندیدگی سے واقف تھیں اور وہ اماں کے فضیحتے سے واقف تھی۔ جو اب سالن کی شکل دیکھ کر کچن سے برآمد ہونا تھا۔ اسے اب یاد آیا تھا کہ پالک گوشت کے بھنے ہوئے سالن کو اس نے کھانے سے زیادہ پینے کے لائق بنا دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"گوری کا ساجن' ساجن کی گوری
لوجی شروع ہو گئی لو اسٹوری

نرمین نے چاول چنتے ہوئے۔ بڑی دل جمعی سے سر نکالا تھا۔ جو ابا" گوری اور اس کے ساجن کی مستیاں بڑھ گئی تھیں۔ یہ ایک سفید رنگ کا گول مٹول بلی کا بچہ تھا۔ جس کا نام بہت پیار سے گوری نے "ساجن" رکھا تھا۔ کیونکہ گمان غالب تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر "گبھرو بلا" نکلے گا اور کسی حیادار مشرقی بلی سے شادی کر کے اس کی اماں کا بوجھ کم کرے گا۔

گوری اسے نازیہ بھابھی کے آنگن میں جھکی' آم کی

شاخوں سے اٹھا کر لائی تھی۔ زیادہ دن نہیں گزرے تھے۔ اس کی ٹانگ میں زخم تھا۔ جس کی بڑی احتیاط کے ساتھ مرہم پٹی کر کے، پورے دو دن گوری نے اس کی جی جان سے تیمارداری کی تھی۔ اماں جی جان سے جل کر رہ گئی تھیں۔

"فکریں تو دیکھو ذرا۔ دودھ پی لیا اب سو گیا۔ اب اٹھ گیا ہے۔ زخم ٹھیک ہے۔ چلنا آگیا۔"

"کبھی ماں بیمار پڑ جائے تو مجال ہے کہ دو گھڑی ٹک کر بیٹھ جائے پاس۔" گوری نے سنا تو بولی۔

"میں ساجن کے پاس کب بیٹھتی ہوں۔ وہ خود ہی آجاتا ہے۔ میرے پاس۔ اب اماں تو خود سے میرے پاس آکے ایسے اچھل کود نہیں کر سکتیں ناں۔ پھر کیوں ایک بلی کے بچے کو اپنے آپ سے کمپیئر کرتی ہیں وہ تو ماں ہیں۔ اس کائنات کا سب سے خوب صورت حوالہ۔ لیکن پھر بھی۔۔۔ اگر میں کبھی پاس چلی جاؤں تو ایسے نخرے مارتی ہیں۔۔۔"

آپا اپنی بیٹی کو گود میں لٹا کر تھپک رہی تھیں اور اس کی باتیں سن کر ہنس بھی رہی تھیں لیکن آخر میں آنکھیں نکال کر گھورنے لگیں۔

"اچھا بس اوور ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری بہتری کے لیے ہی کہتی ہیں۔ ہمیشہ تم نے یہاں نہیں رہنا۔ سسرال جانا ہے اور وہاں یہ حرکتیں نہیں چلیں گی۔" نرمین ان کی بات کاٹ کر بولی۔ "ایسے جوتے پڑیں گے کہ ساجن کو بھول جاؤ گی۔"

"اچھا تمہیں بڑا تجربہ ہے سسرال کا اور ساجن تو میرے ساتھ ہو گا ہر جگہ، پھر بھولنے کا کیا سوال۔" وہ بڑے پیار سے گلابی گال۔ سفید روئی کے گالے جیسے بچے کی کمر سے رگڑ کر کہہ رہی تھی۔

اسی وقت ثمیر نے اندر قدم رکھا اور چونکہ اس نے گوری کی بات سن لی تھی۔ اس لیے سب کو سلام کر کے اس سے بولا۔

"مبارک ہو۔"

"مبارک کس لیے۔"

"گوری کا ساجن مل گیا اس لیے۔" وہ بڑی [illegible] سے کہہ رہا تھا۔ "آپ کی امی کو گوری کے فیوچر کی فکر تھی۔ اس لیے مبارک باد دے رہا ہوں کہ ٹہنیوں پر سے گمشدہ، موسٹ وانٹڈ ساجن مل گیا ہے۔ اب فکر کی کوئی بات نہیں۔" نرمین اور گوری زور سے ہنسنے لگیں اور گوری نے جل کر ساجن ثمیر کے منہ پر اچھال دیا۔ "ماؤوں" کی زوردار کے ساتھ، ساجن ثمیر کے گال پر اپنا نیچہ رگڑتا ہوا، کی گود میں گرا پھر لپک کر دور بھاگ گیا۔ شامت نہ کہ اماں نے کمرے سے نکلتے ہوئے یہی آخری ملاحظہ کیا۔

"ائے ہئے گوری! خدا کی مار تجھ پر کیسی حرکتیں کرتی ہے۔ بیٹھے بٹھائے بچے کا منہ بگاڑ دیا۔ دیکھو ذرا" وہ ثمیر کے پاس جا کر اس کے گال کا بغور مشاہدہ کرنے لگیں۔ آپا بھی بیٹھے بیٹھے ذرا آگے کو جھک گئی تھیں۔ ان کے چہرے پر غصہ اور فکرمندی بیک وقت جھلک رہے تھے۔ نرمین کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا اور ثمیر کے چہرے سے بھی ساری شوخی غائب ہو گئی تھی۔ گوری نے ساجن کو اٹھایا۔ جو بھاگ کر ذرا دور جا کھڑا تھا اور ثمیر کا چہرہ دیکھ کر گونا گوں اطمینان محسوس کیا۔ جہاں دائیں آنکھ کے نیچے، دو سرخ رنگ کی چھوٹی چھوٹی سی لکیریں پڑ گئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

اور وہی ہوا ناں۔ جس کا ڈر تھا۔ نرمین کے لیے اماں کے جاننے والوں میں سے کسی نے رشتہ بھیج دیا۔ وہ ابھی فرسٹ ایئر کا ایگزام دے کر سیکنڈ ایئر میں داخل ہوئی تھی۔ گوری بیگم نے تو روڑے اٹکا کر انٹر کرنے کے بعد پڑھائی سے توبہ کر لی تھی۔ زرین اور نرمین کو پڑھنے کا شوق تھا۔ گوری ایسے فالتو شوق نہیں پالا کرتی تھی۔ خیر۔ لڑکا پڑھا لکھا۔ بی اے ایم اے میں ملازم تھا۔ گھر میں صرف ایک ماں تھی۔ ایک شادی شدہ بہن ساہیوال میں رہتی تھی۔ تنخواہ بھی اچھی تھی اور شکل بھی معقول۔ اماں دل تھام کر رہ گئیں۔

"نہیں میری گوری نظر نہیں آئی۔"

"حالانکہ اتنی سانولی لڑکیوں میں تو میں بہت نمایاں نظر آجاتی ہوں۔" گوری صرف سوچ کر رہ گئی۔ کہنے کی ہمت نہ تھی۔ اماں نازیہ بھابھی کے بیڈ روم میں بیٹھی تھیں اور ان کا یہاں بیٹھنا اس بات کی دلیل تھا کہ وہ بھابھی سے کوئی خاص بات کرنا چاہتی ہیں۔ یا اپنی بات اس سے نکلوانا چاہتی ہیں اور اس سے پہلے کہ وہ گوری کو وہاں سے دفع ہو جانے کے لیے کہتیں۔ وہ خود ہی وہاں سے اٹھ کر باہر آگئی۔

دائیں طرف منڈیر پر ساجن بیٹھا تھا۔ اسے پچکار کر بلانے لگی۔ لیکن وہ جانے کس موڈ میں تھا۔ پہلے تو ایک ہی آواز میں بھاگا چلا آتا تھا اور اب وہ اتنی دیر سے بلا رہی تھی تو ڈھیٹ بن گیا تھا۔ اس نے آگے ہو کر زبردستی اسے گود میں اٹھا لیا۔

"کیوں۔۔۔ کیا بات ہے؟ گوری کا ساجن گوری سے ناراض ہے ہوں۔" وہ اسے اٹھا کر نیچے جا رہی تھی۔ لیکن بھابھی کے کمرے کے سامنے سے گزری تو اپنا نام سن کر رک گئی۔ حالانکہ اس سے پہلے دن کے بیشتر حصے میں، اسی کے نام کی پکار پڑتی تھی۔ لیکن وہ کبھی دھیان نہیں دیتی تھی اب بھی دھیان نہ دیتی تو اچھا تھا۔ بھابھی کہہ رہی تھیں۔

"گوری بہت اچھی لڑکی ہے خالہ جان۔ اس میں سوائے ڈھٹائی کے کوئی برائی نہیں ہے۔ نہ وہ پھوہڑ ہے۔ نہ غیر ذمہ دار۔ جو کام آپ اس سے کروانے کے لیے دن بھر چیختی ہیں۔ میں وہی کام اس سے بغیر چیخے ایک ہی بار میں کروا لیتی ہوں۔ کیوں۔ کیونکہ میں نے اسے کبھی احساس نہیں دلایا کہ وہ کوئی کام نہیں کرتی۔ میں نے ہمیشہ اسے پیار سے سمجھایا اور آپ نے زبردستی کی مار سے۔

میں ایک بات کہوں۔ آپ برا نہ مانیے گا۔ ویسے تو آپ ماشاء اللہ خود کافی سمجھ دار ہیں۔ مگر جس طرح کے حالات سے آج کل آپ پریشان ہیں۔ اس میں کچھ ہاتھ آپ کا اپنا بھی ہے۔ ہر آئے گئے کے سامنے جس طرح آپ گوری کی برائیاں کرتی رہی ہیں۔ آپ کو اس کے بعد ایسا شکوہ نہیں کرنا چاہیے۔ آپ سب سے یہی کہتی ہیں کہ گوری کسی کام کی نہیں۔ میری چاروں بیٹیوں میں سب سے نکمی، نالائق، ناکارہ لڑکی وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی آپ ہر کسی کے سامنے نرمین کی تعریفیں کرتی ہیں۔ پاس پڑوس میں ہر جگہ گوری کی کاہلی مشہور ہے۔ اس کا کھیلنا کودنا، ہنسنا، بھاگنا، کچھ برا نہیں ہے۔ آپ نے خود اسے برا بنا دیا ہے۔ کوئی ماں خود سے اپنی اولاد کو برا نہیں کہتی، لیکن آپ۔"

اس سے آگے گوری میں سننے کی تاب نہیں تھی۔ بھابی اور بھی کچھ کہہ رہی تھیں۔ لیکن اب سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ بس اک دھند سی آنکھوں کے آگے چھا گئی تھی۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت کمزور پڑ گئی اور ساجن اس کے ہاتھوں سے نکل کر دور بھاگ گیا۔ وہ پلکیں جھپک جھپک کر دھندلی آنکھوں کو صاف کرتی ہوئی منڈیر سے ٹک گئی۔ بھابھی کی باتیں مستقل اس کے دماغ میں اسپارک کر رہی تھیں۔

"لیکن میں دل سے تو اس کا برا نہیں چاہتی تھی ناں اور اس میں کوئی خوبی ہو بھی تو۔ میں جھوٹی تعریفوں کے پل تو نہیں باندھ سکتی تھی۔ سننے والے آنکھیں بھی تو رکھتے ہیں۔"

"بے شک میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ آپ اس کی ماں ہیں۔ اس کا برا نہیں چاہ سکتیں۔ لیکن سننے والے لاکھ آنکھیں رکھتے ہوں۔ کوئی ماں اپنی لڑکیوں کے عیب خود سے سب کے سامنے نہیں کھول سکتی۔ خاص طور پر ایسے وقت جبکہ لڑکی کی عمر شادی کے قابل ہو اور شکل و صورت بھی اچھی ہو۔ خیر، نہ تو آپ نے اس کا برا چاہا۔ نہ میں اس کا برا چاہتی ہوں۔ سگی بہنوں سے بڑھ کر خیال رکھتی ہوں اس کا اور۔ ثمیر کا۔ تو سوچ رہی ہوں دونوں کو ایک کر دیا جائے تو دونوں، ایک دوسرے کا خیال رکھ لیں گے اور میری جان بھی چھوٹ جائے گی۔" بھابھی سنجیدگی سے بات کرتے کرتے ایک دم شوخ ہو گئیں۔

اماں پہلے تو سمجھی نہیں اور جب سمجھیں تو شادی مرگ طاری ہو گئی۔ انہوں نے لپک جھپک نازیہ

بھابھی کو لپٹا کر ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔

"تم نے میرا مان بہت بڑھا دیا نازیہ۔ میری سگی اولاد سے بڑھ کر میرے لیے کر رہی ہو۔ میں کیسے بتاؤں۔ تم نے مجھے کس بوجھ سے آزاد کر دیا۔ کتنی بڑی خوشی دی ہے مجھے۔ اگر ایسا جائے تو میں ساری زندگی تمہیں دعائیں دوں گی۔ تمہاری احسان مند رہوں گی لیکن ثمیر۔۔۔ مان جائے گا۔" نازیہ بھابھی کو ان کے خلوص پر رتی بھر شبہ نہ تھا۔ وہ ہنس پڑیں۔

"اس میں احسان کی کیا بات ہے۔ ثمیر کو گوری اچھی لگتی ہے۔ اس نے خود مجھ سے کہا تھا۔ آپ سے بات کرنے کے لیے۔"

☼ ☼ ☼

بہت دن گزر گئے۔ اس واقعے کے بعد ثمیر نے گوری سے بات نہیں کی۔ گوری کو کون سی پروا تھی۔ لیکن پھر بھی اک احساس سا تھا۔ وہ ثمیر کے سامنے آنے پر جھاک اٹھتا تھا۔ ثمیر کی پٹر پٹر چلتی زبان اسے دیکھتے ہی بند ہو جاتی۔ پھر وہ ہستی بولتی یا چپ رہتی۔ ثمیر اس کی طرف ایک نظر نہ کرتا۔ وہ پیر پٹختی اٹھ جاتی۔

"ہونہہ اترائی شکل۔" وہ چپکے چپکے اس کی شکل دیکھتی۔ جہاں دو سرخ لکیریں۔ مندمل ہو چکی تھیں۔ بھلا دن ہی کتنے گزرے تھے۔ اس بات کو جب بھابھی نے اسے بتایا تھا کہ وہ ثمیر کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی ہیں۔ یہ کیونکہ یہ ذمہ داری ثمیر نے ان کے سر ڈال دی تھی۔ نازیہ بھابھی کی امی بہت ضعیف ہو چکی تھیں۔ ان کی طبیعت بھی اکثر خراب رہتی تھی۔ گھر کے کام کاج کی ہمت بھی نہیں رہی تھی۔ ایسے میں وہ گھر گھر جا کر لڑکیاں دیکھنے کا اپیٹمنا کہاں سے لاتیں اور انہیں یہ بات پسند بھی نہ تھی کہ خوب گھوم پھر کر لوگوں کے گھر جا کر چیزیں کھاتیں۔ ان کا خرچہ کراتیں اور لڑکی پسند نہ آئے تو ریجیکٹ کر کے دوسری کے لیے نکل پڑیں۔

"گوری رنگت بہت پسند ہے ثمیر کو۔" بھابھی نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے اسے بتایا تھا اس کی نظریں جھک گئی تھیں۔

"ذمہ دار، سمجھدار، اماں دادی ٹائپ کی لڑکی اسے بالکل اچھی نہیں لگتیں۔ وہ تو چاہتا ہے۔ کوئی سادہ سی، لاپروا، معصوم سی لڑکی ہو اور ایک بڑی عجیب سی شرط رکھی ہے اس نے۔ اس کا نام ایس سے شروع ہوتا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ اس کی ہونے والی بیوی کا نام بھی ایس سے شروع ہو۔"

اور گوری بیگم کو زندگی میں پہلی بار اپنے نام پر اعتراض ہوا۔ گوری بھلا یہ بھی کوئی نام ہے۔

وہ ثمیر کے پرکشش سراپے کو مختلف زاویوں سے دیکھتی۔ مختلف تاثرات کے ساتھ تصور میں لانے کی کوشش کرتی۔ کبھی غصہ کرتے ہوئے۔ کبھی پیار جتاتے ہوئے۔ کبھی ہنستے ہوئے۔ کبھی خفا خفا اور اپنی اس دن کی حرکت پر پچھتاتی۔ جس دن ساجن نے اس کی شہ پا کر ثمیر پر حملہ کیا تھا۔ ثمیر کا ردعمل اس کی توقع سے بہت بڑھ کر تھا۔ کیونکہ ثمیر کوئی آج تک نہیں برسوں سے اس گھر میں آ جا رہا تھا۔

"بھلا یوں بھی کوئی ناراض ہوتا ہے کیا۔" وہ پہلے بھی متعدد بار اس سے جھگڑ چکی تھی۔

آج بہت دنوں بعد وہ محض ہاتھ بڑھا کر امرود توڑنے کی کوشش میں تھی۔ لیکن لچکدار شاخ اس کے ہاتھوں سے پھسل پھسل جاتی تھی اور امرود بالکل اس کی سوچوں کی طرح ادھر ادھر بھٹک جاتے پتوں کے جھنڈ میں چھپ جاتے۔ بالآخر مایوس ہو کر اس نے کوشش ترک کر دی۔ نیچے سے آپا اور ابا کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ نرمین اور زرین یقیناً کچن میں تھیں۔ نازیہ بھابھی بھی کچھ دیر پہلے اسے پکار کر نیچے چلی گئی تھیں۔ مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔ وہ اکیلی درختوں سے لڑ رہی تھی۔ اسے سوچ کر خود ہی ڈر سا لگنے لگا۔ تو نیچے جانے کے لیے تیزی سے پلٹی۔ لیکن سیڑھیوں کے پاس ثمیر کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"اس، ثمیر اس وقت اکیلا اوپر کیا کر رہا ہے۔ اف! یہ ثمیر ہے بھی یا کوئی۔۔۔ بھوت۔"

خیال تھا یا تیر سیدھا دل و دماغ میں پیوست ہو گیا۔ اس کی طرف پشت کیے۔ یوں بے نیاز سا کھڑا تھا جیسے گوری کی موجودگی سے بالکل بے خبر ہو۔ گوری نے وہیں سے دوڑ لگا دی اور ثمیر کے لیے اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا۔ عین اس وقت جب گوری سیڑھیوں سے اک قدم کے فاصلے پر تھی۔ ثمیر کی ایک فقط اک لمحے کے لیے اس کے پیروں سے الجھ گئی اور سنبھلتے سنبھلتے بھی گوری تمام سیڑھیاں لڑھکتے لڑھکتے طے کر کے نیچے آ پڑی۔

اس کے لبوں سے کوئی چیخ برآمد نہیں ہوئی۔ ہر قسم کی کاوش کا گلا گھونٹ کر اس نے حاضرین پر ایک نظر ڈالی۔ گھر کے تقریباً سبھی افراد شام کی ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہونے، صحن اور برآمدے میں تشریف فرما تھے اور اسے اس طرح لینڈنگ کرتے دیکھ کر کچھ لمحوں کے لیے حق دق بھی رہ گئے تھے۔ پھر سب سے پہلے ارسل ہنسا۔ اس کے بعد ابا کی ہنسی چھوٹی اور چند لمحوں میں سب کی باچھیں دائیں باہیں پھیل گئیں۔

اس نے ڈبڈبائی نظروں سے اپنا مذاق اڑاتے چہروں کو دیکھا اور اپنے پیچھے ہنسی کی آواز سن کر مڑی۔ ہاں۔ ثمیر ہی تھا۔ جو سب کے ساتھ مل کر اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ وہ سر کے کئی حصوں میں درد سا محسوس کر رہی تھی۔ دائیں گھٹنے میں جلن تھی اور الٹے ہاتھ کی کلائی میں جھٹکا سا لگا تھا۔ لیکن اس سے زیادہ زوردار جھٹکا وہ تھا۔ جو ثمیر نے اسے لگایا تھا۔ اس نے گوری کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"میں نے اپنا بدلہ پورا کر لیا۔" اس کی نگاہوں میں سب کے چہرے گڈمڈ ہو گئے تھے۔

"ہڈیوں کی طرح چلتی ہے۔ ڈھنگ سے چلنا تک نہیں آتا۔ ایسی بھی کیا آفت پڑی تھی۔"

اماں کے الفاظ، آج سے پہلے اتنے سخت نہیں لگے تھے۔ سب لوگوں کی ہنسی میں اس کے لیے مضحکہ تو خیر ہمیشہ ہوتا تھا۔ لیکن آج سے پہلے اتنا تکلیف دہ نہیں لگا تھا۔

بے اختیار۔ بالکل بے اختیار ہو کر اس کا دایاں ہاتھ اٹھا تھا اور ثمیر کے گال پر پڑا تھا۔ ہنستا ہوا ماحول پھر سے ساکت ہو گیا۔ ہر شخص اور خود ثمیر حیرت کی زیادتی سے منجمد ہو گیا اور اس نے شہادت کی انگلی ثمیر کے سامنے اٹھا کر انگارے چبا ڈالے۔

"بدلہ اب پورا ہوا۔" وہ مڑی اور تیزی سے سامنے والے کمرے میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔

☼ ☼ ☼

کافی دیر آئے کے ساتھ طبع آزمائی کرنے کے بعد اس کی کچھ شکل نکلی۔ اس نے اطمینان بھرا گہرا سانس لیا اور اماں کو خوشخبری سنانے چل دی کہ بالآخر اس نے خفا خفا سے آئے کو منا لیا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اب اسے کچھ کچھ آٹا گوندھنا آ رہا تھا۔

پچھلے دو ہفتوں میں، وہ کون سا کام تھا۔ جسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی گوری نے پرخلوص کوشش نہ کی ہو۔ جھاڑ پونچھ سے لے کر، روٹیاں پکانے تک۔ اس نے اماں کی ہر شکایت دور کرنے کی سعی لاحاصل کر ڈالی تھی۔ لیکن اماں کی شکایتیں کم ہونے کے بجائے بڑھ گئی تھیں۔ کیونکہ اس نے کام بنائے کم تھے۔ بلکہ بیشتر بنے بنائے کام بگاڑ ڈالے تھے۔ کبھی اچھے خاصے سالن میں نمک تیز، کبھی سفید کپڑوں کے اوپر رنگ چھوڑنے والی قمیصیں۔ کبھی کاکروچ تو کبھی چھپکلی کے ڈرسے، برتن شہید جو بڑی شدومد سے کیبنٹ صاف کرنے کے لیے نکالے گئے۔ لیکن کسی کسی کو واپسی نصیب ہوئی۔ زور زور سے جھاڑ پونچھ کے دوران، وہ ٹیوب لائٹوں کے کنکشن بھی لوز ہو چکے تھے۔ بس اک اس کا ثمیر تھا۔ جو لوز ہو کے نہیں دے رہا تھا۔ جبکہ نرمین اور زرین نے متفقہ فتویٰ دیا تھا کہ یقیناً گوری کے دماغ کا کوئی اسکرو لوز ہو گیا ہے۔

ایک ہفتے بعد، نرمین کے متوقع سسرال والوں کو اسے انگوٹھی پہنانے کے لیے آنا تھا۔ نازیہ بھابھی اس دن میکے چلی گئی تھیں۔ جس دن گوری نے، ثمیر کا گال گرم کیا تھا۔ اللہ جانے ان کا پہلے سے پروگرام تھا۔

یا گوری کی حرکت پر ثمیر سمیت احتجاجی مظاہرہ پیش کر رہی تھیں۔ بہرحال دو ہفتوں سے پلٹ کر خبر نہ لی تھی۔ فون بھی پہنچ کر نہیں کیا تھا۔ کہہ کر تو گئی تھیں کہ امی کی طبیعت ناساز ہے۔ لیکن ثمیر کی جو غیر متوقع عزت افزائی گوری کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ اس کے بعد تو بھابھی اور خود ثمیر کی طبیعت بھی ناساز دکھائی دے رہی تھی اور سب گھر والے گوری سے ناراض۔

اماں کی ناراضگی کا گراف سب سے اونچا جا رہا تھا۔ کیونکہ گوری کی حرکت کی وجہ سے ان کا بوجھ کم ہوتے ہوتے اور بڑھ گیا تھا۔ ظاہر ہے نازیہ بھابھی لاکھ اچھی سہی۔ لیکن وہ اپنے بھائی کے لیے کوئی مولاجٹ تو نہیں ڈھونڈیں گی۔ جو ذرا ذرا سی بات پر ہاتھ چھوڑ دے۔ ایسی ہاتھ چھٹ کڑی سے تو بہتر تھا کہ وہ ساری زندگی کنوارہ رہ جاتا اور کیوں رہ جاتا کنوارہ اس کے لیے کوئی کڑیوں کی کمی تھی کیا۔

اپنی اچھائی کے لیے کیا گیا ہر کام پچھلے دو ہفتوں سے گوری کے لیے برائی کا پیامبر بن گیا تھا۔ اماں کے پچھتاوے اسے بری طرح ڈستے تھے۔ نازیہ بھابھی کی جو باتیں اس نے بلا ارادہ سنی تھیں۔ وہ بلا ارادہ یاد آئے جاتیں اور اسے اپنا آپ بے حد ارزاں لگنے لگتا۔ جیسے پوری دنیا میں صرف ایک بندہ اس سے مارے باندھے شادی کے لیے تیار ہوا تھا۔ اور گوری صاحبہ نے اس کا بھی پتہ صاف کر دیا۔ اب اس کی شادی ہونی مشکل ہے۔ اسے غصہ آئے جاتا۔

"شادی۔۔۔ شادی کوئی دنیا کا سب سے ضروری کام ہے کیا۔" اور تو اور ابا، آپا اور زرین نے اماں اور نرمین سمیت اس کی ایسی کلاس لی تھی کہ اس کے چھکے چھڑا دیے تھے۔

"تو مجھے سیڑھیوں سے گرا دیا اس نے یہ نظر نہیں آیا کسی کو، میرا چمانا سب کو نظر آگیا۔"

"ارے یہ تم کونسی لینگویج استعمال کرتی ہو۔ چمانا۔۔۔ یہ چمانا کیا ہوتا ہے۔" آپا کی تیز تو کیلی خفگی آواز نے اس کا فیوز اڑا دیا۔ دماغ کے کنکشن پہلے ہی اتنے طعنوں سے ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

اس نے پاس بیٹھی ہوئی گڑیا کو اپنی طرف گھما کر اس کے گال پر ایک کرارا ہاتھ جما دیا۔

"یہ ہوتا ہے چمانا۔" وہ اسے بھاں بھاں کر روتا ہوا چھوڑ کر باہر نکل گئی۔ پیچھے سے آپا اماں صلواتیں سناتی رہ گئیں۔ لیکن پروا کسے تھی۔

رات کو اس نے اماں کو ابا سے کہتے سنا۔

"ارے تم بھی تو اپنی ساس سے بات کرنے کو کہہ رہی تھیں ناصر کے لیے۔" ناصر ان کے دیور کا نام تھا۔

"ارے اماں کیا بات یاد دلا دی۔ میں تو کہہ کر پچھتائی۔ میری ساس نے اتنی باتیں سنائی ہیں مجھے کہ وہ ایک ہی نکمی اور سارے زمانے کی کاہل لڑکی رہ گئی میرے بیٹے کے لیے خود کا بیٹا بڑا ہینڈسم لڑکا ہے ناں۔ لیکن اپنی اولاد میں کس ماں کو خامی نظر آتی ہے۔ میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ گوری کے بارے میں کونسا غلط کہا تھا انہوں نے۔"

"تو میں اتنی بھاری ہو گئی اماں پر۔" کیسیلی سوچیں اسے کسی پل قرار نہ لینے دے رہی تھیں۔

"اور اتنی بری ہوں میں۔ کہ جب جس کا دل چاہے میری برائی کرے۔ مجھے نکمی، کاہل پھپھوڑ کہے اور منہ آپا تھیں تو کہہ لیا۔ کبھی میرے سامنے ایسی غلطی کی تو ساری عمر پچھتائیں گی۔" وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی۔ کسی کی پروا کم کم ہی کرتی تھی۔ تبھی تو اتنی گوری تھی۔

"اچھا خاصا نازیہ تیار تھی۔ کہہ رہی تھی ثمیر کی مرضی ہے۔ جبھی تو اتنی بڑی بات کر رہی ہوں۔ اللہ جانے کیا نظر آگیا اسے اس ٹکوڑی میں، میں تو سوچتی تھی۔ شاید نرمین کے لیے تقاضا کرے۔ لیکن اس کی نظر ٹھہری بھی تو کہاں۔ اوپر سے گوری ذلیل نے اس پر ہاتھ اٹھایا۔ اب وہ کرے گا بات۔ منہ بھی نہیں لگائے گا۔ رشتہ داروں سے کوئی امید نہیں۔ ملنے ملانے والے بھی گوری کے رنگ ڈھنگ سے واقف ہیں۔ اب اللہ ہی اس کی جوڑی ملائے تو ملائے۔ میری تو راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں۔" اماں کی بات سن کر وہ

رہ گئی۔

پچھلے دو ہفتوں سے جان مار رہی ہوں اور اماں کو کچھ نظر نہیں آتا۔ میرا چمانا نظر آتا ہے۔ ثمیر کی حرکت نظر نہیں آتی۔ ذرا دہلیز سے خود بھی ٹھوکر کھا کر گرتیں تو دونوں پیر دکھتے رہتے ہیں اور ایک نہ دو پوری دو چوٹیاں۔ مجھے بھی ثمیر کو کم از کم دس چمانے تو لگانے ہی چاہیے تھے اونہہ، منہ نہیں لگاتا تو نہ لگاتا۔ میں کون سا مری جا رہی ہوں اسے منہ لگانے کے لیے۔ میری طرف سے بھاڑ میں جائے۔ جس کو چاہے منہ لگائے۔ گلے لگائے، یا جوتے لگائے میں کون ہوں گوری کسی ایلے میلے کو منہ لگانے سے میرا منہ کالا ہو جائے گا۔"

وہ بد تمیزی کی انتہا پر پہنچ کر سوچتی رہی اور رات دیر تک کروٹیں بدلتی رہی۔

"کیا ہے کیوں اتنا بلبلا رہی ہو۔ نیند کا بیڑہ غرق کر دیا۔" نرمین کی نگاہوں سے اس کا غصہ چھپا نہیں رہ سکا تھا۔

"ہاں تو میں نے بیڑہ غرق کیا ہے ناں۔ تم لگا لو نیند کا دوبارہ میں جا رہی ہوں اور میں۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور اندھیرے میں اندازہ لگا کر نرمین کو سنانے لگی۔ "میں بلبلا رہی ہوں۔ میرا بلبلانا کیسا ہوتا ہے بھول گئیں کیا۔ یاد دلانا پڑے گا اس دن ثمیر کے ساتھ کیا کیا میں نے ہیں۔؟"

"زیادہ چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری آواز تم سے بھی تیز نکل سکتی ہے۔ لیکن میں تمہاری طرح بے حس نہیں ہوں۔ مجھے اماں کا خیال بھی ہے اور ان کی نیند کا بھی۔" نرمین نے گوری کا ادھار تو نہیں کھایا تھا۔ پھر کیوں لگی لپٹی رکھتی۔ گوری چپ سی رہ گئی۔ نرمین کی بات دل میں کہیں لگ گئی تھی جا کر۔ وہ پیر پٹختے ہوئے برآمدے کی سیڑھیوں پر آبیٹھی۔

"کیا مجھے اماں کا کوئی خیال نہیں۔" ٹھنڈی چاندنی میں سبک ہوا اسے چھو کر گزر رہی تھی۔ اتنے پیارے موسم میں اس کے ذہن میں آنے والے خیالات بالکل پیارے نہیں تھے۔ خاموشی اور تنہائی بہت خوب صورتی سے آپس میں بدغم تھیں لیکن پچھلے دنوں کے واقعات سوچتے ہوئے۔ اسے یہ خوب صورتی ایک اداس اکیلی رات سے زیادہ محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

"اماں کا خیال صرف ایسے رکھا جا سکتا ہے۔ کہ وہ جو کہیں میں مانتی رہوں۔ بلاچوں چرا کیے اور میں مان تو رہی تھی۔ میں کب انکاری تھی۔ وہ تو اس دن ثمیر کے بچے نے خود ہی۔ اب اماں کا خیال رکھنے کے لیے میں کیا کرتی۔ اتنی ڈھیروں ڈھیر سیڑھیوں سے گرنے کے بعد، مسکراتے ہوئے اٹھ کر اس کا شکریہ ادا کرتی کیا، اماں بھی بس۔ نرمین تم بھی بس اور ثمیر کے بچے تم سے تو۔ اچھا خاصا ٹھیک چل رہی تھی میں۔ اماں کی نظروں میں بلکہ میری بہنوں کی نظروں میں بھی ذلیل کروا کے رکھ دیا مجھے۔ اللہ سمجھے تمہیں۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

ہمیشہ بھاں بھاں کر کے گلا پھاڑ کے، سب کے سامنے اپنی مظلومیت کا ڈنکا پیٹ کر رونے والی گوری آج اندھیرے میں سب سے چھپ کر گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

صبح بہت چمکیلی تھی۔ وہ فجر کی اذانوں کے وقت اٹھ کر کمرے میں گئی تھی اور نماز پڑھنے کے بعد جو آنکھ لگی تو نرمین نے ساڑھے گیارہ بجے، جھنجھوڑ کر جگایا تھا۔

"اب اٹھ بھی جاؤ۔ تمہارے سسرال والے آئے ہیں۔"

"ایں کیوں۔" ادھ کھلی آنکھوں سے، اس نے سوچا کہ شاید سننے میں مغالطہ ہوا ہے۔ نرمین جواب دیے بغیر باہر جا چکی تھی۔ اس نے صحن میں لگے بیسن پر منہ ہاتھ دھویا۔

"کافی دن سے امی کی طبیعت خراب چل رہی تھی۔ ورنہ ہم تو پہلے ہی آجاتے۔ مصروفیت اور فکر کی وجہ سے فون کرنے کا بھی خیال نہیں رہا۔" ڈرائنگ روم

سے نازیہ بھابھی اور ان کی امی کی آواز آ رہی تھی۔
اسے نرمین کی بات یاد آئی اور اس نے فوراً" کچن کی طرف دوڑ لگا دی۔

"سسرال والے' نری تم نے سسرال والے ہی کہا تھا ناں۔"

"جی سسرال والے نازیہ بھابھی اور ان کی امی آئی ہیں۔ ثمیر کا پرپوزل لے کر تمہارے لیے۔" وہ ہونق ہو کر نرمین کو دیکھنے لگی جو بڑی شان بے نیازی سے ہتھیلیوں پر تھپا تھپ کباب بنا رہی تھی۔

"ایویں میں نہ۔۔۔؟" اسے دیر بعد خیال آیا۔ "میں نہیں کروں گی۔ اس آٹے کے تمیر سے شادی۔"

"اور نہیں تو کیا۔ جب کچھ نہیں لگتی تھی۔ تو ٹانگ اڑا کر سیڑھیوں سے گرا دیا۔"

"اچھا۔ تو تمہیں ثمیر بھائی نے گرایا تھا۔" نرمین نے حیرت سے پوچھا۔

"تو تو تمہیں نہیں پتہ۔ میں شوق میں گری تھی کیا اور جب بیوی بنا لے گا تو چھت سے۔"

"السلام علیکم۔" روانی سے بولتی وہ اچھل پڑی۔ ثمیر کی آواز اتنی ہی غیر متوقع تھی۔ اس میں ہمت نہ تھی کہ مڑ کر دیکھے۔ بس سوچ کر رہ گئی۔

"چلو موصوف اپنا رشتہ لے کر خود ہی تشریف لے آئے۔"

"بس بولتی بند۔" وہ نرمین کی طرف دیکھ کر بولا۔ نرمین کھی کھی کرتی ہوئی باہر چلی گئی۔

"گوری! کیوں منع کر رہی ہو۔ میں تمہیں اچھا نہیں لگتا کیا" وہ گوری کے سامنے آ کر ایسے پوچھنے لگا جیسے کسی اور کے بارے میں بات ہو رہی ہو اور سامنے بھی تو گوری تھی۔ فوراً" پٹاخ سے بولی۔

"میں ایسے شخص سے شادی نہیں کر سکتی۔ جس کی نظر میں میری کوئی عزت نہ ہو اور تم میری کتنی عزت کرتے ہو یہ مجھے اچھی طرح پتہ چل چکا ہے۔"

"آہا چھلنی بولے سوئی سے تیرے تو سر میں سوراخ۔" ثمیر نے تنک کر لڑاکا عورتوں کی طرح ایک ہاتھ کمر پر جما لیا اور دوسرا ہوا میں نچا لیا۔ "عزت کی خوب کہی۔ میں جو کر رہا ہوں تم سے شادی تم کر رہی ہو میری عزت۔ کم از کم تمہارے ہاتھ کا تھپڑ کھانے کے بعد تو میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ تم میری عزت کرو گی کبھی۔"

"تو کیوں کر رہے ہو شادی مجھ سے میں نے کہا کیا۔" گوری چیخ چیخ کر بولی۔

"میں تمہارے کہنے کا پابند ہوں کیا۔" وہ بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔

"تو پھر کس کے کہنے کے پابند ہو۔"

"اپنے دل کے کہنے کا پابند ہوں۔"

"اچھا! تو دل کے کہنے میں آ کر مجھے سیڑھیوں سے گرایا تھا۔"

"دل کے کہنے میں آ کر سر پر بھی تو بٹھا رہا ہوں اور تم نے بھی تو دل کے کہنے پر مجھے چماٹا لگایا تھا۔"

"میرا دل کہہ رہا ہے کہ ایک اور چماٹا لگا دوں۔"

"تو لگا دو۔ لیکن پہلے والے نے حساب برابر کیا تھا ناں۔ اب نیا چماٹا۔ نیا کھاتا کھول دے گا۔ بولو منظور ہے۔"

ثمیر نے ایک دم اپنی چوڑی ہتھیلی اس کے آگے پھیلا دی۔ وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔ کچھ لمحے ادھر ادھر دیکھتی رہی۔ پھر ہلکے سے ایک ہاتھ اس کے پھیلے ہاتھ پر مار کر باہر کھسک لی۔ کیونکہ ایک تو اسے یاد آ گیا تھا کہ بہت عرصہ پہلے' اس کی پیدائش کے وقت اس کے ابا نے اس کا نام شاہین رکھا تھا۔ جو کہ ایس سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن اصل وجہ یہ تھی کہ نرمین باہر سے ماں لگاتی ہوئی آ رہی تھی۔

گوری کا ساجن' ساجن کی گوری
لو جی شروع ہو گئی لو اسٹوری

اس کے باہر نکلتے ہی ثمیر بھی نرمین کے ساتھ مل گیا۔

وہ جا رہی ہے' میری ہیروئن۔
ہیرو کا دل کر کے چوری

*